سیدہ ''ب'' بخاری

''ترقی کا راز''

انسان اشرف المخلوقات ہے انسان کو یہ شرف علم کی بدولت ملا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین دماغی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ ان صلاحیتوں سے کام لے کر وہ مسلسل ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ شروع میں انسانی زندگی سیدھی سادی تھی۔ وہ جنگلوں اور غاروں میں رہتا تھا۔ لیکن وہ اب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ذہن کو سائنسی علوم میں استعمال کر کے آئے روز نت نئی چیزیں دریافت کرتا اور ایجاد کرتا ہے اور وہ سائنس کی بدولت بظاہر زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھ رہا ہے۔

لیکن یہ کیا کہ .... جوں جوں ہم ترقی کر رہے ہیں اپنی پہچان بھول رہے ہیں۔ آجکل ہماری قوم بالخصوص نوجوان طبقہ (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) اپنے دین، اپنے مذہب، اسلامی تاریخ اور اسلامی ثقافت سے دور نظر آتے ہیں۔ ان میں دوسروں کی نقل کا رجحان اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ غیر مسلم اقوام (جن کی غلامی میں انہوں نے سینکڑوں برس گزار دیئے) کی پیروی کو بہترین طرز عمل سمجھتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ہمیں ذرا اس بات کا ہے کہ مبادا مغرب سے کوئی ایسی طوفانی آندھی آ جائے جو ہمیں اڑا کر لے جائے اور ہماری تہذیب، ہمارا وجود تاریخ کا گرد و غبار ہو جائے۔

بے شک ہمیں اپنی قوم کو ترقی کی راہ کی طرف لے جانا ہے لیکن ہماری ترقی کا راز اس میں نہیں کہ نبوی طور طریقوں، دینی روایات اور اپنے آباؤ اجداد کی اعلیٰ صفات کو پرانا قرار دے دیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ کبھی دنیا کے اکثر حصوں پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ وہ مسلمان حسن عمل، حسنِ اخلاق، حسن خیال اور حسن نظر کا بہترین نمونہ تھے۔ اس کی ایک ہی وجہ تھی اور وہ یہ کہ وہ اپنے مذہب یعنی اسلام سے دلی محبت کرتے تھے۔ اپنی جان و مال سب کو اللہ کی امانت اور اسلام کے لیے وقف سمجھتے تھے۔ وہ دوسروں کی نقل نہیں کرتے تھے بلکہ دوسرے ان سے زندگی کرنے کا ڈھب سیکھتے تھے۔

نبی علیہ السلام کے اس دنیا سے پردہ فرما لینے کے بعد، وہ کونسی قوت تھی جس نے آپ کے تشکیل کردہ مثالی انسانی معاشرے اور مثالی ریاست کو ہر بحران اور ہر طوفان میں ثابت و سالم رکھا۔ صدیقی و فاروقی دور کی فتوحات سے مسلمانوں کی طاقت ہی نہیں، ان کی ''ترقی کا راز'' بھی دنیا پر آشکارا ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت بہت زیادہ پھیلی۔ بہت زیادہ فتوحات ہوئیں، یہ اسی وجہ سے تھا کہ وہ حضور اقدس کے بتائے ہوئے اور صدیق و فاروق کے آزمائے ہوئے سیدھے راستے پر ثابت قدم رہے تھے اور انہوں نے نہ اس راستے سے ہٹنے کی کوشش کی اور نہ ہی کوئی انہیں اس راہ سے متزلزل کر سکتا تھا۔ یہ تمام کامیابی اس لیے تھی کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول پر عمل کیا۔ **المرء مع من احب** ''(آدمی محشر میں اس کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا، یا جس کے اعمال و اقوال کو پسند کرتا تھا۔) لیکن آج کل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اب ہم اسوہ رسول ﷺ کو چھوڑ کر ان لوگوں کے طور طریقے، رہن سہن، لباس، چال ڈھال اپنانے کی کوشش میں ہیں کہ جو ہمیں اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ کاش ہم اپنے اعمال دیکھ کر اپنا انجام خود ہی سوچ لیں۔ یہ نہ ہو روزِ حشر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں تو ہم میں سے کتنے ہی قارون اور ہامان کی صف میں شامل ہوں اور جب وہ حضور ﷺ سے سفارش کی درخواست کریں تو فرشتے انہیں گھسیٹ کر جہنم میں لے جائیں کہ یہ تو دین کو بھلانے اور مٹانے والے لوگ تھے، ان کا حضور ﷺ کے پاس کیا کام۔ (**اللّٰھم احفظنا منھم و لا تجعلنا منھم**) کاش، ہم ترقی کا یہ راز پالیں کہ جو قومیں اپنی تہذیب ترک کر کے غیروں کے انداز اپنا لیتی ہیں وہ احساس کمتری کا شکار ہو کر مٹ جاتی ہیں۔